
پیام سید بحور رحمۃ اللہ علیہ
۱۶ صفر المظفّر ۱۴۴۸ھ / 31 جولائی 2026ء
مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان
مرکزی دفتر
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری گیٹ لاہور
گزشتہ خطبات حاصل کرنے کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کریں: khutbatenizamia.com/ یا QR code سکین کریں:
042-37374429
0315-7374429
munpk7374429@gmail.com
مجلس علماء نظامیہ پاکستان
Join our channel
مجلس علماء نظامیہ پاکستان
Follow our Acount
JAMIA NIZAMIA RIZVIA
Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA
Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA
Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ o صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ۔[الفاتحہ 1:5 تا 7]

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو بے شمار اِعزازات عطا فرماتا ہے، اُن میں سے ایک مقامِ محبوبیّت بھی ہے۔ مالکِ کریم اپنی قدرت سے بندوں کے دلوں میں اپنے پیاروں کی عقیدت پیدا کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں مخلوق اُن سے دیوانہ وار مَحبَّت کرنے لگتی ہے۔ اِس حقیقت کو قرآنِ مجید نے بھی ذکر فرمایا ہے[مریم 19:96] اور سرکارِ دوعالَم ﷺ نے بھی اِس کی وضاحت فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری:6040)

صدیوں سے دُنیا بھر کے مسلمان جن بزرگانِ دین سے والہانہ اُلفت و عقیدت رکھتے ہیں اُن میں ایک نمایاں نام فیضِ عالَم حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہُجویری علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔

داتا صاحب کا وِصالِ مبارک 983 سال پہلے 465ھ / 1072ء میں ہوا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قبولیت و محبوبیت عطا فرمائی ہے کہ صدیاں گزرنے کے باوجود آپ کی محبّت کی چاشنی میں مسلسل اِضافہ ہی ہوتا چلا جارہا ہے اور آپ سے عقیدت و اُلفت رکھنے والوں کی تعداد کمی کے بجائے ہر دَور میں بڑھتی جارہی ہے۔

اِس سال آپ کا 983 واں عرسِ مبارک ۱۸، ۱۹، ۲۰ صفر المظفّر ۱۴۴۸ھ / 2، 3، 4 اگست 2026ء، بروز اتوار، پیر اور منگل کو پورے تُزک و احتِشام کے ساتھ منعقد ہو رہا ہے۔

بلاشبہ مخدومِ اُمم علیہ الرحمہ جیسی عظیم ہستیوں سے اُلفت سعادتِ دارَین کا ذریعہ ہے، مگر اِس مَحبَّت کے حُسن میں نکھار تب آتا ہے جب بندہ اُن کے نقشِ قدم پر چلتا ہے اور اُن کی تعلیمات کو اپنی عملی زندگی کا حصّہ بناتا ہے۔ ایسی ہستیوں کو راہ نما اور آئیڈیل بنانے کی ترغیب خود قرآنِ حکیم نے عطا کی ہے۔

سورۂ فاتحہ میں یہ خوب صورت دُعا تعلیم فرمائی گئی: اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ o صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ۔ یعنی ”اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا دے! اُن لوگوں کے راستے پر جن پہ تیرا اِنعام و احسان ہے، اُن کے راستے پر نہ چلانا جن پہ تیرا غضب ہے (جن سے تُو ناراض ہے) اور نہ ہی اُن کے راستے پر جو بھٹکے ہوئے ہیں۔“ [الفاتحہ 1:5 تا 7]

سیدِ ہُجویر علیہ الرحمہ کی تعلیمات سے فیض یاب ہونے کا حسین ترین ذریعہ آپ کی کتاب کَشۡفُ الۡمَحۡجُوۡب ہے۔ بلا مبالغہ اگر ہم کشف المحجوب شریف پر عمل کریں تو نہ صِرف ہماری نجی زندگیاں سنور جائیں، بلکہ پورا معاشرہ اور ماحول ہی پُر نور ہو جائے، حضور فیضِ عالَم علیہ الرحمہ کی خاص توجُّہات بھی حاصل ہوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رِضا بھی نصیب ہو جائے۔

چنانچہ عرسِ فیضِ عالَم رحمہ اللہ تعالیٰ کی مُناسَبت سے آج کا خطبہ ”پیامِ سیّدِ ہُجویر رحمۃ اللہ علیہ“ کے عنوان سے ہو گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

غریب پروَری کی سعادت

اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ اُس نے تمام بندوں کو ایک جیسا نہیں بنایا۔ مَعاشی حالات بھی سب کے یکساں نہیں رکھے... کوئی امیر ہے تو کوئی غریب، کسی کے پاس دَولت کی فَراوانی ہے تو کوئی اِفلاس کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے۔

قرآن وسنّت میں یہ تربیت عطا کی گئی ہے کہ حالات کا یہ فرق بندوں کی آزمائش کے لیے ہے، چنانچہ دولت مندوں کو اپنی دولت پر ہرگز غُرور نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے تنگ دستوں کی مدد کرنی چاہیے۔ یہ مدد بھی احسان کے طور پر نہیں، بلکہ خدمت سمجھ کر کرنی چاہیے۔ مال دار شخص کو ہمیشہ یہ شعور بیدار رکھنا چاہیے کہ اگر باری تعالیٰ چاہتا تو مَیں غریب ہوتا اور دوسرا بندہ امیر، یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے مجھے دولت عطا کی، پھر یہ کرم بھی فرمایا کہ مستحقین کو اُن کا حق دینے کی توفیق بخشی۔

حضور سیدنا فیضِ عالَم سمیت تمام اولیائے کِرام علیہم الرحمہ مخلوقِ خدا کی خدمت کو اپنے لیے اِعزاز قرار دیتے ہیں اور اُن کا یہ مُشاہَدہ وتجربہ ہے کہ مسلمانوں کی خیر خواہی سے ربِّ کریم کی خاص کرم نوازیاں نصیب ہوتی ہیں۔

ارشادِ ربّانی: باری تعالیٰ نے اپنے پیاروں کی ایک پیاری خوبی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۔ متعدّد تفاسیر کی روشنی میں مفہومِ آیت ہے: ”اور وہ کھانے کی چاہت وضرورت کے باوُجود اللہ کی مَحبَّت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔“ [الدھر 8:76]

فرمانِ نَبَوی: حکیم الاُمّت سیدنا ابو درداء عُویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِبْغُوْنِيْ فِي الضُّعَفَاءِ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ ۔ یعنی ”کمزوروں (کی خدمت کرکے اُن) میں میری رِضا وخوشنودی، تلاش کرو! یقیناً اُنہی کی برکت سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور اُنہی کی برکت سے (دشمنوں کے خلاف) تمہاری مدد کی جاتی ہے۔“

(المستدرک علی الصحیحین: 2509۔ سنن ابوداوٗد، حدیث: 2594۔ جامع ترمذی، حدیث: 1702۔ ترجمہ ماخوذ از مرقاۃ المفاتیح)

مخدومِ اُمم سیدِ ہُجویر علیہ الرحمہ نے لکھا: مشائخِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ جب کوئی مُرید اُن کی خدمت میں حاضر ہو تو وہ تین سال تک اُس کی ابتدائی تربیت فرماتے ہیں۔ پہلے سال اُس سے مخلوقِ خدا کی خدمت کرواتے ہیں۔ مزید فرمایا:

- خِدْمَتِ خَلْقْ آں گاہْ تَوَانَدْ کَرْدْ کہ خُودْ را اَنْدَرْ دَرَجَۂ خَادِمَانْ نِہَدْ وَ ہَمَہْ خَلْقْ را اَنْدَرْ دَرَجَۂ مَخْدُومَانْ۔ حقیقی معنوں میں بندہ خدمتِ خلق تبھی کر سکتا ہے جب وہ خود کو خادموں (نوکروں) کے درجے میں رکھے اور باقیوں کو مخدوم سمجھے۔
- بلا تفریق باقی سب کو اپنے سے بہتر سمجھے اور اُن کی خدمت کو اپنے اوپر واجب جانے۔
- اگر خدمت کرتے ہوئے خود کو دوسرے سے بہتر سمجھے تو یہ کھلا عیب اور بہت بڑا نقصان ہے۔

- وَاَزْ آفَاتِ زَمَانہ اَنْدَرْ زَمَانہ یَکے اِیں اَستْ۔ یعنی دورِ حاضر کی بڑی مصیبتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ خدمت کر کے خود کو دوسروں سے بہتر سمجھتے ہیں اور خدمت کو احسان قرار دیتے ہیں۔ (کشف المحجوب [فارسی]، باب:4، ص:67،68)

یہ خوب صورت عبارت اُن افراد کی بھی اِصلاح کرتی ہے جو غریب پروَری کی سعادت تو حاصل کرتے ہیں، مگر مستحقین کی عزّتِ نفس کا لحاظ نہ رکھنے کی وجہ سے اُن کی دل آزاری کا ذریعہ بن جاتے ہیں یا خود پسندی و تکبُّر میں مبتلا ہو کر اپنی نیکی ضائع کر بیٹھتے ہیں یا نیکی کے بعد احسان جتلا کر گناہِ کبیرہ کے مُرتکِب ہوتے ہیں۔ نیز اِس میں اُن لوگوں کے لیے بھی سبق ہے جو غیر مسلموں کے فلاحی کاموں کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے، حقیقت یہ ہے کہ سماجی کام کرنے والے اگرچہ دُنیا میں اور بھی ہوں گے، مگر "خادِم بن کر خدمت کرنا" فقط امام الانبیا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کے دین کے وارثوں نے ہی سکھایا ہے۔

لنگرِ اولیا: بزرگانِ دین اپنی مبارک زندگیوں میں غریب پرور ہوتے ہیں، باری تعالیٰ اُن کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی اُن کی بندہ نوازیوں کا سلسلہ جاری رکھتا ہے اور بصورتِ لنگر اُن کے مَزارات پر غریبوں کے لیے کھانے کا انتظام ہوتا رہتا ہے۔

ایک بزرگ کو سیدی داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کی زیارت نصیب ہوئی، اِرد گرد دیگر کئی اولیا بھی موجود تھے۔ بزرگ نے پوچھا: حضور! یہ آپ کے مَزارِ پُر انوار کے باہَر کئی لوگ ڈھول اور بھنگڑے میں مصروف ہیں، اِن کے کیا احوال ہیں؟ آپ نے فرمایا: دُنیا امتحان کی جگہ ہے اور ہمارے مَزارات بھی امتحان گاہ ہیں.... آنے والا جس نیّت سے آتا ہے وہی حاصل کر کے جاتا ہے۔ کوئی خُرافات لے کر آتا ہے اور سزا کا حق دار ٹھہرتا ہے، جب کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے قُرب کا طلب گار بن کر آتا ہے تو اُسے ہم وہ عطا کر کے روانہ کرتے ہیں۔

بزرگ نے پوچھا: آپ نے تو زندگی بھر دَولت سے پیار نہیں کیا، پھر یہ آپ کے مَزار پر اتنے چڑھاوے اور نذرانے کس لیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہم نے نہ زندگی میں دَولت کی آرزو رکھی تھی اور نہ ہی اب اُس کے طلب گار ہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے لنگر کا اہتمام کر رکھا ہے اور ہزاروں لوگ روٹی کھا رہے ہیں۔ (سلوکِ صوفیا، ص:85، ملخصًا، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

درسِ ہدایت: خوش عقیدہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اولیائے کرام علیہم الرحمہ کے ساتھ مَحبَّت و عقیدت رکھتے ہیں اور اُن کے ایصالِ ثواب کے لیے لنگر شریف اور دیگر اُمور میں مال خرچ کرتے ہیں۔ یقیناً یہ باعثِ رحمت و برکت ہے.. تاہم دینی تقاضوں کا لحاظ رکھنا چاہیے اور بجائے رسمی کاموں کے اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے ایسے مَصارِف میں مال خرچ کرنا چاہیے جن سے دین کی بھی ترقّی و اِشاعت ہو اور مخلوقِ خدا کو بھی نفع پہنچے۔

موجودہ عالَمی حالات سے پاکستانی معیشت بھی متأثّر ہے، حتّٰی کہ متوسّط طبقہ بھی پریشانی کا شکار ہے، اِن حالات میں اربابِ خیر کی ذمہ داری ہے کہ وہ استطاعت کے مطابق رشتہ داروں، غریبوں، بیماروں، بے روزگاروں، دینی طلبہ اور دیگر مستحقین کا خیال رکھیں اور اِس خدمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک سعادت سمجھیں۔

شریعت پر عمل کی فرضیت

قرآن وسنت کے احکام کو "شریعت" کہا جاتا ہے۔ پھر جن احکام کا تعلق ظاہری اعمال سے ہے اُن کا ذکر "علمِ فقہ" میں ہوتا ہے، جب کہ دل کو پاک صاف کرنے کے طریقوں کو "تصوُّف" کہا جاتا ہے۔ تصوُّف کو ہی "علم الاخلاق"، "طریقت" اور "سُلوک" وغیرہ ناموں سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔[1]

بعض لوگ اِس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ شریعت اور طریقت دو الگ الگ راستے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ابتدائی مراحل میں شریعت کی پابندی ضروری ہوتی ہے، لیکن جب انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے تو اُس پر شریعت کی پابندی لازم نہیں رہتی۔ جاہل لوگ صدیوں سے اِس غلط فہمی میں مبتلا ہیں، جب کہ ہر دَور کے علماء وصوفیا اِس کی تردید کرتے ہوئے شریعت پر عمل کو لازم قرار دیتے ہیں۔

ارشادِ ربّانی: قرآنِ کریم فرماتا ہے: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. "(اے محبوب! فرما دیجیے:) یہ (شریعت) میرا سیدھا راستہ ہے تو اِس کی پیروی کرو! اور دوسرے راستوں پر نہ چلو! کیونکہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے جُدا کر دیں گے۔ اللہ تمہیں اِس کا تاکیدی حکم فرماتا ہے؛ تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔" [الانعام6:153]

قولِ ہُجویری: فیضِ عالم حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: بے دین ملعونوں کا ایک گروہ صوفیا کے طریقے سے تعلُّق ظاہر کر کے کہتا ہے: خِدْمَتْ چَنْداں بایَدْ کہ بَنْدَہ وَلِیْ شُوَدْ، وَچُوں وَلِیْ شُدْ خِدْمَتْ بَرْ خاسْت. بندے کو حق تعالیٰ کی اِس قدر خدمت واِطاعت کرنی چاہیے کہ وہ ولی ہو جائے، جب ولی ہو جائے گا تو شریعت کی پابندی ختم ہو جائے گی۔

داتا صاحب فرماتے ہیں: وَاِیں ضَلَالَتْ است پیدا، وَہیچ مَقام نیست اَنْدَرْ راہِ حَقّ کہ ہیچ رُکْن اَزْ اَرْکانِ خِدْمَت بَرْخیزَدْ. یہ واضح گمراہی ہے، راہِ حق میں کوئی ایسا مقام نہیں کہ بندہ ارکانِ شریعت میں سے کسی رکن سے آزاد ہو جائے۔
(کشف المحجوب [فارسی]، باب:14 [قبیل الکلام فی اِثبات الکرامات]، ص:271، سنگِ میل پبلی کیشنز)

سیدِ ہجویر علیہ الرحمہ کی اِس عبارت سے سبق ملتا ہے کہ نہ تو انسان کو خود شریعت پر عمل کرنے میں کوتاہی کرنی چاہیے اور نہ ہی کسی ایسے شخص کو اپنا راہ نُما ومُرشِد بنانا دُرست ہے جو شریعت کی پرواہ نہیں کرتا۔

---

[1] ملاحظہ کیجیے رسالہ مَقَالُ الْعُرَفَاءِ بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاء۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:21، ص:521 تا 568، رضا فاؤنڈیشن) اِس میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت کی اہمیت اور علماءِ دین کے اِعزاز وتکریم سے متعلق چالیس اولیاءِ کرام علیہم الرحمہ کے اسّی (۸۰) ارشاداتِ مبارکہ نقل فرمائے ہیں۔

تزکیۂ نفس کی اہمیت

شریعت کے ظاہری اعمال پر عمل کے ساتھ ساتھ تزکیہ بھی بہت ضروری ہے۔ تزکیہ سے مراد باطن کو پاک کرنا ہے۔ یعنی انسان کا دل کفر و گمراہی سے محفوظ ہو، نیز اُس کے دل میں بُری صفات نہ ہوں، جیسے تکبُّر، حَسَد، بخل، لمبی اُمّید، بدگُمانی، دین میں سُستی، ناشکری، لالچ، دُنیا کی مَحبَّت، عزّت و مَنْصَب اور شہرت کی طلب، مسکینوں کو حقیر سمجھنا اور بے صبری۔

اگر عقائد اہلِ سنّت و جماعت کے مطابق ہوں اور دل اِن مذموم صفات سے بھی پاک ہو تو یہ "قلبِ سلیم"، یعنی ستھرا و پاکیزہ دل ہے، جس پر خالقِ کریم خاص نگاہِ رحمت فرماتا ہے.... لیکن اگر نظریات گمراہوں والے ہوں یا دل بُرے اوصاف سے آلودہ ہو تو ظاہری طور پر نہایت حسین و نفیس ہونے کے باوُجود بندے کا دل نگاہِ رحمت کے قابل نہیں رہتا اور انسان کے لیے اِس سے بڑا کوئی نقصان نہیں۔

صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تمام تر کاوشوں میں تزکیہ، یعنی باطنی طہارت اور دل کی پاکیزگی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اُن کے مجاہَدات، رِیاضات، چلّے، وظائف اور دیگر معمولات دل کو ستھرا کرنے کے لیے ہی ہوتے ہیں۔

فیضِ عالَم حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی تزکیہ پر بہت زور دیا ہے۔ آپ کی شہرۂ آفاق کتاب کَشْفُ الْمَحْجُوب کے مختلف مضامین سے باطنی طہارت اور قلبی پاکیزگی کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ چند نکات پر غور کیجیے!

تزکیۂ خواجہ حبیب: حضرت خواجہ حبیب عَجَمی فارِسی علیہ الرحمہ (م:156ھ / 738ء) اُن جلیل القدر اولیائے کرام میں سے ہیں جنہیں ربِّ کریم نے نہایت بلند مقام عطا فرمایا۔ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے آپ کا ایک سبق آموز واقعہ لکھا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ربِّ کریم کی بارگاہ میں پاکیزہ دل کی کیا قدر و منزلت ہے!

ایک مرتبہ آپ کے مرشدِ گرامی شیخ المشائخ خواجہ حسن بصری علیہ الرحمہ آپ کی خانقاہ میں تشریف لائے، نمازِ مغرب شروع ہو چکی تھی، مگر اُنھوں نے آپ کی اِقتدا نہیں کی؛ کیونکہ آپ عجمی تھے، عربی لہجے پر مہارت نہ ہونے کی وجہ سے وہ مطمئن نہیں ہوئے۔ (اگر کوئی شخص قرآنِ حکیم کے الفاظ صحیح طرح ادا نہ کرے تو اُس کی نماز نہیں ہوتی، تاہم عربی لہجہ اور ادائیگی میں حُسن قابلِ تحسین ہیں اور اِن کے لیے بھی بھرپور کوشش کرنی چاہیے، لیکن اگر الفاظ صحیح طور پر ادا ہو جائیں تو لہجے کی وجہ سے نماز باطل یا مکروہ نہیں ہوتی)

اگرچہ خواجہ حبیب رحمۃ اللہ علیہ کا لہجہ خالص عربی نہیں تھا، مگر اُن کا دل ایسا پاکیزہ تھا کہ رات کو خواب میں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے باری تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ کیا۔ اُنھوں نے عرض کی: بارِ خُدایا! رِضائے تُو اَنْدَرْ چہ چیز است؟ یعنی الٰہی! تیری رِضا کس چیز میں نصیب ہو گی؟ خالقِ کریم نے فرمایا: یا حَسَن! رِضائے مَن یافْتَہ بُوْدِی، قَدْرَشْ نَدَانِسْتِیْ۔ یعنی اے حسن! تم نے میری رِضا پالی تھی، مگر اُس کی قدر نہیں کر سکے۔ اُنھوں نے پوچھا: الٰہی! کس چیز میں مجھے تیری رِضا نصیب ہوئی تھی؟ اللہ پاک نے فرمایا: اگر دُوش

اَز پسِ حَبِیب نَماز مِی کَرِدِیْ وَصِحّتِ نِیّتِ وَیْ را اَز اِنْکارِ عِبارتَش بَاز نَداشْتِیْ مَنْ اَز تُو راضی شُدَمِیْ۔ یعنی اے حسن! اگر آپ حبیبِ عجمی کی عبارت پر انکار کے بجائے حُسنِ نیّت اور تزکیۂ قلب کے پیشِ نظر اُن کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تو آپ کو میری رِضا نصیب ہو جاتی۔ (کشف المحجوب [فارسی]، باب:11، ذکرِ خواجہ حبیب عجمی، ص:116، سنگِ میل پبلی کیشنز)

توبۂ خواجہ شقیق: امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض پانے والے اکابر اولیا میں حضرت ابو علی شقیق بن ابراہیم بلخی علیہ الرحمہ (م:194ھ/810ء) بھی ہیں۔ کشف المحجوب میں آپ کی توبہ کا حسین واقعہ مذکور ہے جو ہم جیسے مادّہ پرستوں کو سبق دیتا ہے کہ دُنیاداری ہی سب کچھ نہیں، بلکہ حقیقی کامیابی تو دل کی دنیا آباد کرنے میں ہے۔

ایک بار افغانستان کے علاقے بَلْخ میں شدید قحط ہوا، مسلمان انتہائی پریشان تھے۔ آپ نے بازار میں ایک غلام کو دیکھا جو بے فکر ہو کر ہنسی مذاق کر رہا تھا۔ اُسے کہا گیا: لوگ سخت پریشان ہیں اور تُو ہر طرح کی فکر سے آزاد ہو کر ہنس رہا ہے؟ وہ کہنے لگا: مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے؛ کیونکہ میرا آقا جاگیر دار ہے اور پورے گاؤں کا مالک ہے۔ خواجہ شقیق علیہ الرحمہ نے یہ جملہ سُن کر کہا: بارِ خُدایا، اِیْنْ غُلامْ به خواجۂ که یک دِیه دارَدْ چَنْدِیْنْ شادِیْ مِیْ کُنَدْ و تُو مالِکُ الْمُلْک وَروزیِ ما اَنْدَرْ پَذیرَفْتَه و مَا چَنْدِیْنْ اَندوهْ بَرْدِلْ گُماشْتَهْ اَیم! یعنی اے اللہ! کتنی عجیب بات ہے کہ یہ بندہ فقط ایک گاؤں کے مالک کا غلام ہے اور اتنا بے فکر ہے، میرے اللہ! تُو تو سارے جہانوں کا مالک ہے اور تُو نے ہماری روزی کو اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے، پھر بھی ہم نے اتنے سارے غم اپنے اُوپر سوار کر رکھے ہیں!

بس اِسی سے آپ کے دل کی دُنیا بدل گئی، پھر آپ نے باطنی طہارت اور تزکیہ کا ایسا اعلیٰ مقام پایا کہ ولیوں کے امام بنے اور انتہائی عاجزی کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: مَیں اُس غلام کا شاگرد ہوں اور مَیں نے جو کچھ پایا ہے اُسی غلام کی بدولت پایا ہے۔
(کشف المحجوب [فارسی]، باب:11، ذکرِ خواجہ شقیق بلخی، ص:148)

ہمارا حالِ زار: جس شخص کو اپنی بیماری کا علم ہو وہ اُس کا علاج کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے شفایاب ہو جاتا ہے، لیکن اگر کسی مریض کو اپنی بیماری کا احساس ہی نہ ہو تو وہ نہ علاج کی فکر کرتا ہے اور نہ ہی شفا کی جستجو!

ہمارا حال بھی ایسا ہی ہے، ہم جس طرح کے مُردہ دل اپنے سینوں میں اُٹھائے پھرتے ہیں، بزرگ ایسے دلوں سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے؛ کیونکہ وہ دلوں کے اوصاف اور اُن کی بیماریوں سے آگاہ تھے، مگر ہمیں نہ اپنی بیماری کا علم ہے، نہ اُس کے اسباب کا شعور... اور نہ ہی اُس کے علاج کی کوئی فکر۔

حضرت ابو محمد رُوَیم بن احمد علیہ الرحمہ (م:275ھ/915ء) نے فرمایا: کَیْفَ حَالُ مَنْ دِیْنُهٗ هَوَاهُ وَهِمَّتُهٗ دُنْیَاهُ، لَیْسَ بِصَالِحٍ تَقِیٍّ وَلَا عَارِفٍ نَقِیٍّ؟ اُس شخص کا کیا حال ہو گا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا دین بنا لیا، اُس کی ساری تگ و دَو دُنیا کے لیے ہے، وہ نہ تو تقویٰ سے آراستہ کوئی نیک بندہ ہے اور نہ ہی پاکیزہ دل والا کوئی ولی! (کشف المحجوب، باب:11، ذکرِ حضرتِ رُویم، ص:178)

بے ادبی کا وبال

حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمہ کی تعلیمات میں ادب و تعظیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ سچ ہے کہ باادب بامراد ہوتا ہے اور بے ادب نامُراد ہی رہتا ہے۔ یہی درس ہمیں فیضِ عالَم علیہ الرحمہ کی کتاب کشف المحجوب سے بھی ملتا ہے۔

حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا: شیخ المشائخ ابو القاسم حضرت جُنَید بغدادی علیہ الرحمہ (م:297ھ / 910ء) کے ایک مرید کے دل میں اُن سے متعلق کچھ بداعتقادی پیدا ہوگئی اور وہ سمجھنے لگا کہ شاید وہ کسی بلند مرتبے پر پہنچ چکا ہے۔ (شیطان کا وار ایسے ہی ہوتا ہے، پہلے مَحبَّت و عقیدت کم ہوتی ہے، پھر خود پسندی و تکبُّر جنم لیتے ہیں اور بالآخر انسان گستاخی تک جا پہنچتا ہے)

ایک دن وہ آپ کا امتحان لینے کی نیت سے حاضر ہوا۔ حضرت جنید علیہ الرحمہ نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بصیرت و فِراست سے اُس کے مقصِد و مُراد کو جان لیا۔ آپ نے اُس سے فرمایا: جَوَابِ عِبَارَتِی خواهِی یَا مَعْنَوِی؟ یعنی الفاظ میں جواب چاہتے ہو یا حقیقت و معنیٰ میں؟ اُس نے کہا: دونوں طرح جواب دے دیجیے! آپ نے فرمایا:

- الفاظ میں جواب یہ ہے کہ اَگَرْ خُودْرا تَجْرِبَہ کَرْدَہ بُودِیْ بَہ تَجْرِبَہ کَرْدَنِ مَنْ مُحْتَاجْ نَگَشْتِیْ وَاِیں جَابَہ تَجْرِبَہ نَیَامَدِیْ۔ اگر تُو نے خود کو پرکھا ہوتا (اپنی حیثیت جان لیتا) تو میرا امتحان لینے کے لیے آنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔
- اور معنوی جواب یہ ہے کہ اَزْوِلَا یَتَتْ مَعْزُوْلْ کَرْدَمْ۔ میں نے تجھے منصبِ وِلایت سے معزول کر دیا ہے۔

فیضِ عالَم علیہ الرحمہ نے لکھا: فوری طور پر اُس مرید کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور اُس نے پکار کر کہا: میرا دل یقین کی راحت و مٹھاس سے محروم ہو گیا ہے۔ (آج بھی ادب والوں کے چہرے پُر نور اور گستاخوں کے بے رونق ہوتے ہیں، یہ قدرت کا نظام ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بے ادب کو کبھی بھی ایمان کی مٹھاس اور مَحبَّت کی چاشنی نصیب نہیں ہوتی)

وہ فوری طور پر توبہ و استغفار کرنے لگا اور فضول باتوں سے باز آ گیا۔ حضرت جنید علیہ الرحمہ نے اُسے فرمایا: تُو نَدَانِسْتِیْ کِہ اَوْلِیَائے خُدَاوَنْد عَزّوجَلّ وَالِیَانِ اَسْرَارْ اَنْدْ، تُو طَاقَتِ زَخْمِ اِیشَانْ نَیَارِیْ؟ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کریم کے ولی رازوں کو جانتے ہیں، تجھ میں اُن کی ضرب برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور آپ کی توجہ سے وہ اپنے منصب پر بحال ہو گیا۔ (کشف المحجوب [فارسی]، ص:171، 172)

لمحۂ فکریہ: عصرِ حاضر میں لوگ دینی مقدّسات سے متعلق بے باک ہوتے جا رہے ہیں۔ سمجھنے کا مقام ہے کہ اگر جناب جنیدِ بغدادی علیہ الرحمہ کی گستاخی کا یہ انجام ہے تو صحابۂ کِرام اور اہلِ بیتِ عِظام رضی اللہ عنہم، خصوصًا امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور جسارت اور بے ادبی کا انجام کیسا بھیانک ہو گا! قرآنِ حکیم نے اُس بارگاہ کی معمولی بے ادبی پر عمر بھر کے اعمالِ صالحہ برباد ہو جانے کی وعید سُنائی ہے۔

حرفِ آخر: مخدومِ اُمَم کا فیض و کَرَم

دُنیا میں بے شمار ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے اپنے عہدے و منصَب، مال و دَولت اور اثر و رُسوخ کو استعمال کرتے ہوئے شہرتِ دوام حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُن کی شہرت بے نامی میں بدلتی گئی اور آج اُن کا نام و نشان تک باقی نہیں.... اِس کے برعکس جن خوش نصیب حضرات نے اللہ تعالیٰ کی مَحبَّت میں خود کو مٹا دیا اور اطاعت و فرماں برداری اختیار کر کے اپنے مالکِ کریم جلّ مجدہٗ کو راضی کر لیا وہ دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی زندۂ جاوید ہیں، اُن کی مَحبَّت و عقیدت نسل در نسل منتقل ہو رہی ہے اور صدیاں گزر جانے کے باوُجود وہ آج بھی خلقِ خدا کے دلوں پر راج کر رہے ہیں۔

یہ حقیقت ہمیں دعوتِ فکر دیتی ہے کہ جو لوگ دُنیا میں اپنا نام بنانے کے لیے جیتے ہیں، اُن کا نام وقت کے ساتھ مٹ جاتا ہے، لیکن جو مَحبَّتِ الٰہی میں خود کو مٹا دیتے ہیں، اُن کا نام اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ کے لیے زندہ فرما دیتا ہے۔

ربِّ کریم کو راضی کر کے مقبولیت و محبوبیت کے بلند مقام پر فائز ہونے والی ہستیوں میں ایک نمایاں نام مخدومِ اُمَم، سیدِ ہُجویر، حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ دُنیا بھر کے مسلمان آپ سے دیوانہ وار مَحبَّت کرتے ہیں اور بلاشبہ آپ جیسی ہستیوں کی عقیدت باعثِ سعادت و رحمت ہے۔ حضرتِ امام محمد بن اِدریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی سبق آموز اور ایمان افروز اشعار فرمائے:

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلِّيْ أَنْ أَنَالَ بِهِمْ شَفَاعَه

(مَیں نیک تو نہیں، مگر نیکوں سے مَحبَّت کرتا ہوں... اُمّید ہے کہ اُن کے صدقے میں مجھے بھی شفاعت نصیب ہو جائے گی!)

وَأَكْرَهُ مَنْ تِجَارَتُهُ الْمَعَاصِي
وَلَوْ كُنَّا سَوَاءً فِي الْبِضَاعَه

(اور مَیں گناہوں میں مبتلا شخص (کے کرتوتوں) سے نفرت رکھتا ہوں... اگرچہ اُس کی اور میری صورتِ حال ایک جیسی ہے)

مَحبَّت کی حقیقی چاشنی تب نصیب ہوتی ہے کہ جب بندہ اپنے محبوب کے نقشِ قدم پر چلے اور مُحِبّ میں محبوب کی سیرت و کردار کا عکس نظر آنے لگے۔ چنانچہ ہمیں مظہرِ نورِ خدا علیہ الرحمہ کی تعلیمات پر عمل کی بھی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

آپ کا 983 واں عرسِ مبارک ۱۸، ۱۹، ۲۰ صفر المظفّر ۱۴۴۸ھ / 2، 3، 4 اگست 2026ء، بروز اتوار، پیر اور منگل کو عقیدت و احترام کے ساتھ منعقد ہو رہا ہے۔ اِسی مُناسَبت سے آج "پیامِ سیّدِ ہُجویر رحمۃ اللہ علیہ" کے زیرِ عنوان کشف المحجوب کی روشنی میں کچھ باتیں ذکر کی گئیں۔ گفتگو کے چند اَہَمّ نِکات یہ ہیں:

1) اللہ تعالیٰ آزمائش کے لیے کسی کو وافِر مال ودَولت عطا کرتا ہے اور کسی کی حالت اِس سے مختلف ہوتی ہے۔ چنانچہ دَولت مندوں کو ربِّ کریم کے احسان پر اُس کا شکر ادا کرتے ہوئے تنگ دستوں سے تعاوُن کرنا چاہیے، وہ بھی احسان کے طور پر نہیں، بلکہ خدمت اور فرض سمجھ کر۔ اِس سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ کریم ﷺ کی رِضا بھی حاصل ہوتی ہے اور برکت ورحمت بھی۔

2) ایصالِ ثواب کے لیے لنگر کا اہتمام کرنا اچھی بات ہے، تاہم اِس میں بھی دینی تقاضوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ رسمی اور بے فائدہ کاموں کے بجائے ایسے مَصارِف میں مال خرچ کرنا چاہیے جس سے دین کی بھی ترقّی واِشاعت ہو اور خلقِ خُدا کو بھی نفع پہنچے۔

3) شریعت کے احکام سے کوئی بھی شخص کبھی بھی آزاد نہیں ہو سکتا، چاہے وہ کتنے ہی بڑے درجے تک کیوں نہ پہنچ جائے؛ لہٰذا خود بھی شریعت پر عمل کرنا فرض ہے اور فقط ایسے ہی شخص کو راہ نما ومُرشِد بنانے کی اجازت ہے جو شریعت کا احترام کرتا ہو۔

4) ظاہر کو شریعت کے مطابق بنانے کے ساتھ ساتھ باطن کا تزکیہ بھی بے حدّ ضروری ہے، دل سے متعلّق احکام جاننا اور اُسے کفر وگمراہی اور بُری صفات سے پاک کرنا ہی حقیقت میں تصوُّف وطریقت ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں: انسان بھی کتنا عجیب ہے! ظاہر کو صاف رکھتا ہے؛ کیونکہ اُسے لوگ دیکھتے ہیں، مگر دل کو پاک نہیں کرتا، حالانکہ مالکِ کریم کی نگاہِ کرم دل پر ہوتی ہے۔[1]

5) باادب بامُراد ہوتا ہے اور بے ادب نامراد رہتا ہے۔ کشف المحجوب میں کئی مقامات پر بے ادبی وگستاخی کی تباہ کاریاں بیان ہوئی ہیں۔ چنانچہ ہمیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مکرّم ﷺ کی تعظیم میں ادنٰی سی کوتاہی بھی نہیں کرنی چاہیے، یوں ہی صحابہ واہلِ بیت اور اولیاء اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ساتھ دینی مقدّسات کا بھی بھرپور احترام کرنا چاہیے۔

شرعی مسئلہ: بعض لوگ بزرگانِ دین کے اعراسِ مبارکہ پر بے حیائی اور لہو کے ساتھ رقص / ناچ بھی کرتے ہیں اور اِسے دھمال وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔

شریعتِ مطہرہ نے لَہْو ولَعِب (یادِ الٰہی سے غافل کرنے والے اُمور اور کھیل کود) سے منع فرمایا ہے اور اگر اُس میں بے حیائی یا رِیاکاری والا پہلو آجائے تو وہ چیز حرام ہو جاتی ہے؛ لہٰذا اِس طرح کا رقص / دھمال جائز نہیں۔ یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ ناجائز کام کو کارِ ثواب یا جائز سمجھنا نہایت سخت ہے، بلکہ کفر تک لے جا سکتا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: فتاوٰی رضویہ، ج:24، ص:88، 151)

ایسے رَقص سے متعلق حضور فیضِ عالم علیہ الرحمہ نے لکھا: بِدَاں کہ اَنْدَرْ شریعت وطریقت مَرْ رَقْص رَا ہیچ اَصْلِ نیست۔۔ یعنی خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ نہ شریعت میں رقص کی کوئی اصل ہے، نہ ہی طریقت / تصوُّف میں اِس کی کوئی بنیاد ہے۔
(کشف المحجوب [فارسی]، باب:37، ص:488، سنگِ میل پبلی کیشنز)

---

[1] منہاج العابدین، العقبۃ الثالثۃ، ص:103، مکتبۃ المدینہ

اللہ تعالیٰ مخدومِ اُمَم، فیضِ عالَم حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے صدقے میں ہماری بخشش و مغفرت فرمائے اور ہمیں آپ کی تعلیمات پر عمل کی توفیق سے نوازے!

خالقِ کائنات تمام اُمتِ مسلمہ کو ہر طرح کی آفات سے نَجات عطا کرے، خصوصًا اہلِ پاکستان کی مَعاشی مشکلات کو آسان فرمائے اور سیلاب سمیت تمام حوادِث کے نقصانات سے محفوظ رکھے!

قادرِ مطلق مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار فرمائے! اہلِ غزہ سمیت دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اور اسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو ہر قسم کی اندرونی و بیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے، ملک کی تمام سرحدات کی حفاظت فرمائے! اِسے امن و سلامتی کا گہوارہ بنائے! اور تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ کردے!

آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم!